© rasailojaraid.com

عروج وزوال کے الٰہی قوانین

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

(۲)

قرآنی اخلاق کی بنیاد عالمگیر افادیت اور عمومی رحمت پر ہے اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ قرآن حکیم جس قسم کا اخلاق جماعت میں پیدا کرنا چاہتا ہے اُس کی حیثیت اُس اخلاق جیسی نہیں ہے جو قومی ترقی و سربلندی کے لئے قومی پیمانہ پر اپنایا جاتا ہے جس کا اثر ان کے دائرہ میں نہایت فرحت افزا اور امن بخش ہوتا ہے لیکن دوسری قوموں کے معاملہ میں ایسی وحشت و بربریت کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ روحِ انسانیت پناہ مانگتی ہے۔

بلکہ یہ اخلاق عالمگیر افادیت و عمومی رحمت پر مبنی اور اس نظریہ کے ماتحت ہوتا ہے۔

الخلق کلھم عیال اللہ (حدیث) تمام مخلوق اللہ کی عیال ہیں

الناس کلھم اخوۃ (حدیث) تمام لوگ بھائی بھائی ہیں۔

یہ روحانی تقاضہ کے طور پر اپنایا جاتا ہے اور وہ قومی عصبیت و منافرت کے طور پر۔

اس کی بُنیاد خدا پرستی و روحانی پاکیزگی پر ہے اور اُس کی بنیاد قوم پرستی اور وطن پرستی پر ہے۔

زمانہ کی ستم ظریفی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ "عمرانیات" "اجتماعیات" کے ہر گوشہ اور ہر شوشہ کی بُنیاد عصبیت و منافرت پر رکھی جاتی ہے جس کی بنا پر جو قومیں اپنے معاملات میں حد سے زیادہ شریف و ہمدرد نظر آتی ہیں وہی دوسروں کے معاملہ میں خونخوار درندہ سے کم نہیں ثابت ہوتیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن قرآن حکیم ہر اجتماعی و عمرانی مسئلہ کی بُنیاد محبت و مروت۔ بھلائی و ہمدردی احسان وسلوک اور تمام ان "جواہر" پر رکھتا ہے جن سے "انسانیت" نشو ونما پا کر بالیدگی حاصل کرتی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت درجِ ذیل تشریح سے ہوتی ہے

قرآن کی نظر میں پوری دنیا کی آبادی ایک خاندان جیسی ہے | قومی و بین الاقوامی زندگی کا جو بھی معاملہ ہو اجتماعی فلاح و بہبودی کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو جس بات کا حق دار ہو اس کے حق کا اعتراف کیا جائے اور جو چیز جسے ملنی چاہیئے وہ اس کے حوالہ کی جائے اور جس قسم کا بھی فیصلہ ہو عدل و انصاف کے ساتھ کیا جائے۔

اس بارے میں قرآن کا حکم یہ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ

بے شک اللہ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ جو جس کی امانت ہو اس کے حوالہ کر دیا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

"امانت" کا لفظ اس موقع پر ہر چھوٹے بڑے حق حتیٰ کہ منصب اور عہدہ تک کو شامل ہے [1]

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

بے شک اللہ ہر معاملہ میں انصاف کرنے اور سب کے ساتھ احسان و بھلائی کرنے اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے

---

[1] "امانت" کا لفظ عربی میں نہایت وسیع اور جامع مفہوم رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تائید درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے ان الامانات جمع امانۃ تعم الحقوق المتعلقۃ بذمتھم من حقوق اللّٰہ تعالیٰ وحقوق العباد (روح المعانی) "امانت" کی جمع امانات ہے جو تمام حقوق واجبہ کو شامل ہے خواہ ان کا تعلق اللہ کے حق سے ہو یا بندوں کے حق سے ہو چونکہ خطاب اس موقع پر بالخصوص حکام اور سلطنت کے ذمہ داروں کو ہے اس لئے حکومت کے ہر قسم کے معاملات بدرجہ اولیٰ اس میں شامل ہوں گے حتیٰ کہ منصب اور عہدہ بھی۔

وعلیٰ وامن ذلک تولیۃ المناصب مستحقیھا روح المعانی ج ۵ ص ۶۳ از مضمون دستورِ قرآنی۔
"امانات" میں اس کو بھی شمار کیا ہے کہ عہدہ صرف ان کے مستحقین کو دئے جائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بے حیائی کی باتوں سے ہر طرح کی برائیوں سے
اور ظلم و زیادتی کے کاموں سے روکتا ہے وہ تمہیں
نصیحت کرتا ہے تاکہ سمجھو اور نصیحت پکڑو۔

اس آیت میں تین باتوں کا حکم ہے اور تین ہی باتوں سے روکا گیا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو قرآنی زندگی کا پورا نقشہ سامنے جاتا ہے۔

عدل تمام محاسنِ اعمال کی اصل اور بنیاد ہے لیکن اس کے بعد احسان کا لفظ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ معاملہ صرف عدل ہی پر نہیں ختم ہو جاتا بلکہ اس کے ساتھ "احسان" بھی ہونا چاہیئے۔

پھر قرابت داروں کا ذکر جس طرح انھیں خصوصی توجہ کا مستحق ٹھہراتا ہے اسی طرح عدل و احسان سے ملی ہوئی "پالیسی" کے نفاذ کے لئے پوری دنیا کو قرابت داری میں سمیٹ کر رکھ دیتا ہے۔

یعنی قرابت داروں کے معاملہ میں جس طرح محبت و مروت، حمیت و غیرت کے ملے جلے جذبات ہوتے ہیں کہ ان کی بعض ناعاقبت اندیشیوں کی بنا پر حسنِ سلوک کا ارادہ نہ ہونے کے باوجود انسان کرنے پر مجبور ہوتا ہے اسی طرح قرآن کی نظر میں دنیا کے تمام انسان ایک گھرانے کے مختلف افراد ہیں، انسانیت ان کی نسل اور کرۂ زمین ان کا وطن ہے لہذا ان کے ساتھ سلوک اور برتاؤ میں وہی جذبہ ہونا چاہیئے جو ایک خاندان کے افراد میں ہوتا ہے۔

آیت میں برائیوں کی جن تین قسموں کا تذکرہ ہے ان میں قوۃ بہیمیہ، قوۃ وہمیہ اور قوۃ غضبیہ کی پیدا کی ہوئی تمام برائیوں، نامعقول باتوں اور ہمہ قسم کی زیادتیوں کا ذکر آ گیا ہے جو زندگی کے کسی گوشہ اور کسی شکل میں کی جا سکتی ہوں۔

غور کیجئے۔ قرآن نے انسانیت" کی "ارتقا" کے لئے کس قسم کی شاہراہ کھولی ہے؟
نیز یہ کہ دنیا کے پیش کئے ہوئے نظریۂ ارتقاء کا جواب کس عمدگی کے ساتھ دیا ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانی زندگی کا قرآنی معیار عالمگیر امن و رحمت پر مبنی ہے

مزید توضیح کے لئے چند آیتیں یہ ہیں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۳/۹۲

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیزیں اللہ کی راہ میں نہ خرچ کرو۔

دوسروں کے بھلے اور فائدہ کے لئے عزیز ترین چیز قربان کر دینا "نیکی" ہے اور اسی ایثار و قربانی میں عالمگیر امن و سلامتی مضمر ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۲/۱۷۷

نیکی اور بھلائی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف (چند ظاہری رسموں کو محض ضابطہ کی خانہ پری کرنے کے لئے ادا کر لیئے) بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور آخرت کے دن اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو دل سے ماننے اور اللہ کی محبت میں اپنا (دل پسند) مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے پورا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت خوف و ہراس اور جنگ کے وقت صابر و ثابت قدم رہیں۔ در اصل اسی قسم کے لوگ راستباز اور یہی متقی ہیں۔

قوموں اور ملکوں کے معاملہ میں سب سے زیادہ نازک معاملہ عہد و پیمان کا ہوتا ہے اور اسی ایک اصول پر ٹھیک ٹھیک عمل درآمد نہ ہونے سے کروڑوں کی زندگیاں یاس و حرمان کی چلتی پھرتی تصویریں بن جاتی ہیں لیکن قرآن نے معاہدہ کا کس درجہ تک لحاظ رکھا ہے اس کا اندازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درج ذیل آیت سے ہوتا ہے۔

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ﴿۸/۷۲﴾

اگر دین کے بارے میں تم سے مدد چاہیں تو بلاشبہ تم پران کی مددگاری لازم ہے البتہ کسی ایسی قوم کے مقابلہ میں مدد چاہی جائے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے تو پھر تم نہیں مدد کر سکتے۔

معاہدہ ہو جانے کے بعد اپنے اور پرائے موافق و مخالف کا کوئی سوال نہیں رہ جاتا خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی نکلے عہد شکنی کی بہرحال اجازت نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں تاریخِ اسلام کی سیکڑوں مثالیں آپ کو ایسی ملیں گی کہ جنہیں دیکھ کر "عقل و خرد" کی دنیا آج تک "انگشت بدنداں" ہے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ﴿۲/۱۴۸﴾

نیکیوں اور بھلائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔

ہونا تو یہ چاہیئے کہ قوموں اور ملکوں کا آپس میں مقابلہ بقاء کے سامان جمع کرنے میں ہو لیکن بد قسمتی سے فنا کے سامان جمع کرنے میں مقابلہ ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت حال سے شر و فساد کے علاوہ اور کس بات کی توقع ہو سکتی ہے۔

ہاں اگر نیکی و بھلائی کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر دنیا کا رُخ ہی بدل جائے گا اور ناممکن ہے کہ امن و رحمت کی فضاء نہ پیدا ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۶/۱۳﴾

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر وہ جم گئے تو انھیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔

ارادہ و اعتقاد و اعمال و اخلاق غرض ہر شے میں پختگی ہو۔ بے عملی اور بے راہ روی کو کسی طرف سے داخل ہونے کا موقع نہ ملے۔ زندگی کی بنیادیں "ایمان" پر مستحکم اور اس کی تعمیر "عمل صالح"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہوئی ہو۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور ایک

۱۰۳ / ۲۰۱ دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔

دنیا میں تمام خرابیوں کا سرچشمہ یہ ہے کہ خرابی کو دیکھ کر اسے روکنے اور ختم کرنے کی بجائے اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے جس کی بناء پر دن بدن خرابیاں بڑھتی جارہی ہیں۔

اس آیت میں اس بات کی تاکید ہے کہ ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کرتے رہو اور اس راہ میں جب کسی کے قدم ڈگمگائیں تو اس کو صبر وہمت دلا کر آگے لے چلو۔

یہ چند آیتیں بطور نمونہ کے اس موقع پر پیش کی گئی ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کس قسم کا کردار بنانا چاہتا ہے اور پھر "بقاء انفع" کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ جو کتاب انسانی کردار کے ڈھالنے کے لئے ایسا سانچہ لے کر آئی ہو اس پر عمل کرنے سے رحمت و عدالت کی فضا نہ پیدا ہو گی تو پھر کس سے ہو گی ؟

(۲) انتخاب فطری اور بقاء اصلح

قوموں کی باہمی کشمکش میں فطرت اسی قوم کو منتخب کرتی ہے جو "اصلح" ہو

اوپر اجمالی طور پر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ قوموں اور جماعتوں کی باہمی کشمکش میں قیام و بقاء کے لئے فطرت اسی کو منتخب کرتی ہے جس میں مقابلۃً مجموعی حیثیت سے افادیت وصلاحیت پائی جاتی ہے اور جس میں یہ دونوں چیزیں نہیں پائی جاتی ہیں وہ چھانٹ دی جاتی ہے۔

یہ اس لئے کہ فطرت کے تقاضے کے مطابق کائنات کے مادی اور معنوی ہر گوشہ میں بناؤ اور سنوار، اصلاح اور تربیت کا کام جاری رہنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نہ نشو و ارتقاء کا سلسلہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی دنیا کا نظام چل سکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ غیر صالح (تخریبی سرگرمیوں میں مصروف قوم) کو ہٹا کر صالح (بناؤ اور سنوار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والی قوم) کو آگے بڑھایا جائے۔

اس سلسلہ کی چند آیتیں یہ ہیں:-

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ	اگر اللہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعہ نہ ہٹاتا
لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ	رہتا تو زمین (دنیا) خراب ہوجاتی لیکن اللہ سب
فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۲۵۱/۲	عالموں کے لئے فضل ورحمت رکھنے والا ہے۔

یعنی یہ اس کا فضل وکرم ہے کہ یہاں کسی قوم اور جماعت کو ایک ہی حالت میں نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ ہمیشہ قوموں کی آپس میں مزاحمت اور ایک کے ذریعہ دوسرے کی مدافعت کا سلسلہ برابر جاری ہے جس کی بنا پر حق وعدالت اور تعمیری نشوو ارتقا کا کام بند نہیں ہونے پاتا ہے۔

قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیت میں اسی قانونِ فطرت کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ	اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم
ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ ۴۷/۴	کو بدل کرلے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اور اگر کسی قوم وجماعت کو ایک ہی حالت میں چھوڑ دیا جاتا تو ایسی صورت میں یہ بات ناممکن تھی کہ کوئی قوم بھی زیادہ دنوں اپنے ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ نظم وضبط کا معیار قائم رکھ سکتی بلکہ چند ہی دنوں بعد اس کی تخریبی صلاحیتیں اُبھر کر سامنے آجاتیں اور دنیا ظلم وفساد اور تخریبی سرگرمیوں سے بھرجاتی جس کی بنا پر حق وعدالت اور تعمیری نشوو ارتقار کا کام رُک جاتا۔

جیسا کہ اس کی تشریح ان آیتوں سے ہوتی ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ	اگر اللہ بعض کے ہاتھوں بعض کی مدافعت نہ کراتا
بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ	رہتا تو کسی قوم کی عبادت گاہیں محفوظ نہ رہتیں
وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا	خانقاہیں، گرجے، دوسری قسم کی عبادت گاہیں
اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۴۰/۲۲	اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا
	ہے وہ سب گرادی جاتیں۔ (اور بالآخر امن و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امان خاک میں مل جاتا)

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۲۳/۷۱

اگر "حق" لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرتا تو زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے یک قلم درہم برہم ہو جاتا۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کی باہمی کشمکش اور پھر ایک کے ذریعہ دوسری کی مدافعت ہی کی بدولت دنیا میں نشو و ارتقار کا موجودہ نظام قائم ہے

نظریۂ بقار اصلح قرآن حکیم میں | اب ہم قرآنِ حکیم کی روشنی میں نظریہ "بقار اصلح" کو بیان کرتے ہیں جس سے اس حقیقت کی مزید وضاحت ہو سکے گی۔

یوں تو اکثر و بیشتر آیات میں اس کا تذکرہ ملتا ہے لیکن مندرجہ ذیل سورت اس بارے میں بہت واضح اور عام فہم ہے اس لئے یہاں ہم اسی کو مرکزی حیثیت دے کر مسئلہ کی بُنیاد قرار دیتے ہیں۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۱۰۳/۱-۲

زمانہ (تاریخ انسانی) اس بات پر شاہد ہے کہ انسان ہمیشہ خسارہ اور گھاٹے میں رہے سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور ایک دوسرے کو حق بات (نیک کام) کی صلاح دیتے رہے اور اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان کے جھیل جانے اور ان میں ثابت قدم رہنے کے لئے آپس میں سمجھوتہ کیا۔

اس سورت میں صاف طور پر قیام و بقار کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی گئی ہیں اور یہ چاروں ایسی مسلّمہ صداقتیں ہیں کہ ان کے ثبوت کے لئے زمانہ کی پوری تاریخ کو شہادت میں پیش کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقی قیام و بقار اسی قوم کو حاصل ہوگا اور اصلح قوم وہی قرار دی جائے گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس میں یہ چاروں چیزیں پائی جائیں گی اور جس میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں گی یا کمی کے ساتھ پائی جائیں گی تو اسی لحاظ سے اس قوم کے لئے خسارہ اور نقصان ہوگا۔

۱۔ ایمان۔

۲۔ عمل صالح۔

۳۔ تواصی بالحق

۴۔ اور تواصی بالصبر۔

ان میں سے ہر ایک پر تفصیلی بحث قرآنِ کریم کی روشنی میں اگلے باب میں آئے گی یہاں چند جملوں میں ان کی توضیح و تشریح نہایت دشوار امر ہے پھر بھی آسانی کے لئے اس موقع پر چند اشارات کئے جاتے ہیں جن سے اصل مسئلہ پر کچھ روشنی پڑ سکے گی۔

(۱) جن نظریات پر کسی تحریک کی بنیاد رکھی گئی ہو یا کسی قوم کی تنظیم ہوئی ہو وہ افراد جماعت کی رگ رگ میں سمائے ہوئے اور ان کی پوری زندگی پر چھائے ہوئے ہوں۔

(۲) ان نظریات کو بروئے کار لانے کے لئے جن جن تدبیروں اور صلاحیتوں کی ضرورت پڑے اور جس جس قسم کی اطاعت و فرمانبرداری کا مطالبہ کیا جائے اس کے لئے قوم کے افراد ذاتی مفاد کو نظر انداز کر کے ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔

(۳) قوم کا ہر ہر فرد قولی اور عملی طور پر ان نظریات کا مبلغ ہو اور ایک دوسرے کی نگہ داشت اور تعلیم و تربیت کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہو۔

(۴) قوم کے افراد عزم و استقلال کے ساتھ مصائب و مشکلات میں ثابت قدم رہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے رہیں۔

مذکورہ اصولوں کا مفہوم ان اشارات سے کہیں زیادہ ارفع اور اعلیٰ ہے پھر بھی زمانہ کی پوری تاریخ کو سامنے رکھ کر ان اشارات میں غور کیجئے تو یا اصول قوم کے عروج و زوال کی پوری داستان نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ (باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com